محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ، فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں حاضر تھے اور بیعت عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نقیب مقرر کیے تھے، ان میں ایک نقیب بھی تھے ۔ کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ میں آنحضرتؐ کے پاس صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کوئی بہتان تراشی نہیں کرو گے، نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے ــــ جو شخص اس بیعت پر قائم رہا۔ اس کا اجر اسے اللہ دے گا۔ لیکن جو شخص ان گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہوگیا، اور اسے دنیا میں، اس کی سزا بھی مل گئی تو وہ اس کا کفارہ ہوگیا، اور جو شخص ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا، اور اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا (یعنی اس کا کسی کو پتا نہیں چلا) تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر چاہے تو اسے معاف کردے، اور اگر چاہے تو اس کی سزا دے ۔ (حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اس کی بیعت کی ۔

یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الایمان کے ابتدا میں ہے اور جس باب کے ذیل میں یہ درج ہے، اس کا عنوان صرف "باب" ہے ۔ اس کے راوی حضرت عبادہ بن صامت انصاری سالمی رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اور رفیع المرتبت صحابی تھے، بیعت عقبہ میں حاضر تھے ۔ ان بارہ نقباء میں سے تھے جو ہجرت سے کچھ عرصہ پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے مختلف قبیلوں میں تبلیغ اسلام

کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ جنگ بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے علم و فضل کی وجہ سے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حمص میں قیام پذیر رہے، پھر فلسطین چلے گئے تھے، وہیں ۳۲ھ میں بہتر سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ بعض حضرات نے مقام وفات رملہ اور بعض نے بیت المقدس تحریر کیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے بارھویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ کے چند افراد حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے باہر رات کے وقت عقبہ کے مقام پر آنحضرت سے ان کی ملاقات ہوئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کی دعوت سے آشنا ہو چکے تھے اور اس کی پاکیزہ تعلیمات سے نہایت متاثر تھے۔ آنحضرت سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان کو خدا کی عظمت و جلال سے آگاہ فرمایا، امور خیر کی تلقین کی اور برائی کے ارتکاب سے منع کیا۔ ان لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اور یہ شرط عائد کی کہ وہ چھ چیزوں کا ارتکاب نہیں کریں گے اور ہر صورت میں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں گے۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں:

۱۔ اللہ کے سوا کسی چیز کو کبھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

۲۔ چوری اور سرقہ نہیں کریں گے۔

۳۔ مرتکب زنا نہیں ہوں گے۔

۴۔ اپنی اولاد یعنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔

۵۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔

۶۔ امور خیر میں اللہ و رسول کی معصیت و نافرمانی نہیں کریں گے۔

اس بیعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں میں سے ہر ایک کو مدینہ منورہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر مقرر فرمایا اور ہر مبلغ کو "نقیب" قرار دیا۔ جن امور کے ارتکاب سے ان کو روکا، انھیں اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب میں اصل اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام اخلاق حسنہ پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے اور اپنے ماننے والے کو نہایت بلند کردار، آلائشوں سے پاک اور قلب و ذہن کے اعتبار سے بالکل صاف ستھرا دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ چھ گناہ جن کے ارتکاب سے بچنے کا اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے، انتہائی شدید نوعیت کے ہیں اور

کتاب وسنت کی رو سے ان میں سے ہر گناہ اور ہر جرم حدود و تعزیرات کے ذیل میں آتا ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا اور کسی طریقے اور صورت میں بھی اس کو حاجت روا و مشکل کشا قرار دینا انتہائی معصیت اور سخت گناہ کا کام ہے۔ قرآن نے اسے "ظلم عظیم" سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ اس سے اللہ کی توحید کا تصور ختم ہوتا ہے، جو اصل اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ چوری، زنا، قتل، اور الزام تراشی و بہتان طرازی وہ جرائم ہیں جن کی قرآن و حدیث میں باقاعدہ سزائیں مقرر ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ارتکاب کا اثر صرف ایک ہی شخص یا کسی ایک ہی ذات تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دور دور تک پھیلتا ہے اور متعدد خاندان اس سے متاثر ہوتے ہیں اور مستقبل کی کئی نسلوں تک اس کے اثرات پھیلتے چلے جاتے ہیں اور خاندانوں کی تاریخ جرم و معصیت کا ایک مستقل باب بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے پہلے ہی قدم اور اپنے دورِ آغاز ہی میں ان جرائم و معاصی کی جڑ کاٹنا شروع کر دی اور بتایا کہ جو معاشرہ ان جرائم میں ملوث ہوگا، وہ کبھی اعلیٰ اخلاق اور اونچے کردار کا حامل نہیں ہو سکتا۔ روحانی اور ذہنی اعتبار سے ترقی کی منزلیں وہی معاشرہ طے کر سکتا ہے جو ان جرائم سے پاک ہو، اور وہی لوگ عمدہ خصائل و اقدار کو اپنے اندر جذب کر سکتے ہیں، جو صاف ستھری زندگی بسر کرنے کو اپنا معمول قرار دے لیں۔

اس حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان جرائم میں سے کسی جرم کے مرتکب کا لوگوں کو پتا چل جائے تو پھر اس کو دنیا میں اس کی سزا بھی مل جائے تو یہ سزا اس کے گناہ کا کفارہ ہو گئی، اور اگر جرم کا کسی کو پتا نہ چلے اور بات چھپی کی چھپی ہی رہ جائے تو معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے تو اس کو معاف کر دے اور چاہے آخرت میں مستوجبِ سزا قرار دے۔